اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ — (ترمذی شریف، جلد ۲، صفحہ ۱۴۰)

مشکل کُشا کون؟

دس گمراہ کن سوالات کے

ایمان افروز جوابات

تحریر

مفتی محمد ابراہیم قادری

Copy Right © - IslamiEducation.com

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ
اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ط بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّ حِیۡمِ ط

مشکل کشا کون؟ دس گمراہ کن سوالات کے

ایمان افروز جوابات

مفتی محمد ابراھیم قادری، سکھر

ایک اسلامی دوست نے ''فلاح کا راستہ'' نامی کتابچہ دکھایا، اس کے آخر میں دس سوالات درج ہیں، ان کا حل پوچھا۔

یہ کتابچہ درحقیقت جھوٹ اور گمراہی کا پلندہ ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ایسی کتابیں پڑھنے سے اجتناب کریں اور اپنے ایمان کی حفاظت کے لیے علماء اہل سنت کی کتب کا مطالعہ کریں اور انھیں سے دین کے معاملہ میں رہنمائی حاصل کریں۔

یہ سوالات اس لائق نہیں کہ ان کی طرف التفات کیا جائے، مگر عوام الناس کو مؤلف کے دجل وفریب سے بچانے کے لیے یہ چند سطریں لکھی جا رہی ہیں۔

سب سے پہلے یہ جاننا چاہیے کہ درحقیت مشکل کشا، حاجت روا، سمیع وبصیر، عالم و دانا، اللہ جل مجدہ الکریم ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے اپنے بندوں کو مشکل کشائی، حاجت روائی، سمع وبصر اور علم و دانش سے حصہ عطا فرمایا ہے۔ مثلاً اس نے ماں باپ کو اپنی اولاد کی مشکلات وحاجات میں معاون بنایا، جیسا کہ اس پر آیت کریمہ شاہد ہے:

''کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا'' (سورۃ بنی اسرائیل: آیت ۲۴)

''جیسا کہ میرے والدین نے میرے بچپن میں میری تربیت کی'' ---

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام مادرزاد اندھوں، کوڑھیوں کو ٹھیک کرتے اور مردوں کو زندہ کرتے تھے، یہ بھی اعلیٰ درجہ کی مشکل کشائی وحاجت روائی ہے، جسے قرآنِ کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

''وَ اُبۡرِئُ الۡاَکۡمَہَ وَ الۡاَبۡرَصَ وَ اُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰہِ'' (سورۃ آلِ عمران: آیت ۴۹)

''اور میں مادرزاد اندھوں اور کوڑھی کو ٹھیک کرتا ہوں اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے'' ---

سمع وبصر اور علم و دانش جیسی صفات کا بندوں کو حاصل ہونا تو ایسا بدیہی امر ہے، جس کا سائل بلکہ کوئی جاہل سے جاہل بھی انکار نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''فَجَعَلۡنٰہُ سَمِیۡعًاۢ بَصِیۡرًا'' (سورۃ الدھر: آیت ۲)

''ہم نے انسان کو سننے والا، دیکھنے والا کیا'' ---

اور سمع وبصر کو علم لازم ہے، لہٰذا فرماتا ہے:

”عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ“ (سورۃ العلق: آیت ۵)

”انسان کو وہ کچھ سکھایا، جسے وہ نہیں جانتا تھا“---

اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ موت جسم پر آتی ہے، روح پر نہیں آتی۔ جسم مر جاتا ہے مگر روح نہیں مرتی، نہ ہی روح کے ادراکات ختم ہوتے ہیں، بلکہ پہلے سے زیادہ بڑھ جاتے ہیں، جب کہ اس پر شرعِ مطہر شاہد ہے، چناں چہ احادیثِ طیبہ میں آیا ہے کہ اہلِ قبور ہمارا سلام سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔ علم وادراک، قوت وتصرف کا اصل محل ومقام روح ہے، جسم نہیں اور جسم کے لیے قرب وبعد ہے، روح کے لیے نہیں۔ وہاں بعد بھی قرب ہے اور اس کی دلیل ارواح کا سلام سننا اور ان کا جواب دینا ہے۔ اگر روح جنت میں ہے تو وہاں سے وہ آواز سن لیتی ہے۔

اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ بندگانِ خدا، مددِ الٰہی کا وسیلہ ہیں۔ اصل مددگار اللہ تعالیٰ ہے۔ وسیلہ کی طرف قول کی نسبت عرف وشرع میں معروف ہے۔ کہا جاتا ہے بارش نے سبزہ اُگایا، حالاں کہ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے اگایا، مگر بارش وسیلہ ہے، اس لیے اگانے کی نسبت بارش کی طرف کی جاتی ہے۔ ایسے ہی کہا جاتا ہے کہ ماں باپ نے پالا، حالاں کہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے پالا۔ مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور مردوں کو زندہ کرنے والا بھی اللہ ہے، مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام چوں کہ حلِّ مشکلات وحاجات میں وسیلہ ہیں، اس لیے ان افعال کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف فرمائی۔ چناں چہ فرماتا ہے:

”وَ تُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ وَ اِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِیْ“ (سورۃ المائدہ: آیت ۱۱۰)

”اور آپ اچھا کرتے تھے مادرزاد اندھوں اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور قبروں سے مردوں کو نکال کر زندہ کرتے تھے میرے حکم سے“---

ان تمہیدی کلمات کے بعد بعونہٖ تعالیٰ سوالات اور ان کے جوابات بالترتیب ملاحظہ ہوں:

سوال نمبر 1

اگر اللہ کے سوا کوئی اور ہستی مشکل حل کر سکتی ہے تو بتایئے کہ سائل اور مشکل کشا کے درمیان ہزاروں میل کی دوری پر وہ زندگی میں یا زندگی کے بعد قبر میں آواز سن سکتا ہے؟

جواب

جیسا کہ پہلے آچکا ہے کہ حقیقی مشکل کشا اللہ جل مجدہٗ الکریم ہے اور اس کی عطا سے اس کے اصحابِ کمال بندے مشکل حل فرما سکتے ہیں اور اہلِ حاجت کی آواز کو باذنِ اللہ سن سکتے ہیں، اگرچہ دونوں کے درمیان ہزاروں میل کا فاصلہ ہو۔ جیسا کہ پہلے آچکا ہے کہ سننے کی اصل صلاحیت روح میں ہے اور روح قبر میں مقید نہیں، جیسا کہ سائل نے گمان کیا ہے۔ مرنے کے بعد روح کے کمالات پہلے سے کہیں بڑھ جاتے ہیں اور اس کا ہر کام خرقِ عادت وکرامت کے طور پر ہوتا ہے۔ اس پر چند دلائل ملاحظہ ہوں:

(۱) احادیثِ صحیحہ میں آیا ہے کہ سیدنا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب جنگل میں تمہاری کوئی چیز گم ہو جائے اور تمہیں مدد کی ضرورت محسوس ہو تو کہو:

يَا عِبَادَ اللّٰهِ! اَعِيْنُوْنِي، يَا عِبَادَ اللّٰهِ! اَعِيْنُوْنِي، يَا عِبَادَ اللّٰهِ! اَعِيْنُوْنِي. (معجم کبیر للطبرانی بحوالہ حصن حصین، صفحہ ۱۱۰، مطبوعہ مصر)

''اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو''---

(۲) حافظ ابنِ کثیر نے ''البداية و النهاية'' میں لکھا ہے کہ جنگِ یمامہ میں حضرات صحابہ و تابعین کرام رضی اللہ عنہم نے مشکلاتِ جنگ میں حضور سیدِ عالم ﷺ کو پکارتے ہوئے استغاثہ کیا اور اس مشکل میں فریاد کی۔ حافظ ابنِ کثیر کے الفاظ ملاحظہ ہوں، فرماتے ہیں:

وَ نَادٰى بِشِعَارِ الْمُسْلِمِيْنَ وَ كَانَ شِعَارُهُمْ يَوْمَئِذٍ يَا مُحَمَّدَاه- (البدايه و النهايه، جلد ٦، صفحه ٣٢٤، مطبوعه بيروت)

''حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کا مخصوص نعرہ لگایا اور اس دن لشکرِ اسلام کی نشانی یہ تھا، يَا مُحَمَّدَاهُ''---

یعنی اے محمدِ کریم! ہماری مدد فرمائیں۔

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اربابِ کمال سے استمداد جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ارواح کے لیے اللہ تعالیٰ قریب و بعید کا فرق مٹا دیتا ہے اور ہزاروں میل سے امداد کرنا ان کے لیے سہل بنا دیتا ہے۔ اسی بنا پر علامہ علی قاری حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

لِاَنَّ اُمُوْرَ الْآخِرَةِ مَبْنِيَّةٌ عَلٰى خَرْقِ الْعَادَةِ- (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد ۱، صفحہ ۳۵۴، مطبوعہ مکہ مشرفہ)

''کیوں کہ آخرت کے معاملات خلافِ عادت و کرامت پر مبنی ہیں''---

سوال نمبر 2

اگر بالفرض یہ ثابت ہو جائے کہ وہ اتنے فاصلے پر آواز سن سکتا ہے، تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ دنیا کی ہر زبان سے واقف ہے یا نہیں؟ مثلاً سرائیکی والا سرائیکی میں مشکل پیش کرے گا، اسی طرح جرمن، جرمنی زبان میں، انگریز، انگریزی زبان میں اور پٹھان، پشتو زبان میں آواز دے گا۔

جواب

احادیثِ صحیحہ میں آیا، جنھیں اصحابِ صحاح ستہ نے بھی روایت کیا کہ جب مردے کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے منکر نکیر نامی آتے ہیں اور اس سے تین سوال کرتے ہیں۔ مردہ ان سوالوں کا جواب دیتا ہے، کوئی صحیح جواب دیتا ہے کوئی غلط۔ علماء نے لکھا کہ یہ سوالات عربی یا عبرانی زبان میں ہوں گے اور مردے کو وہ زبان آ جائے گی۔ علامہ علی قاری علیہ الرحمہ نے عربی کو ترجیح دیتے ہوئے لکھا:

''وَ لَوْ كَانَ الْمَيِّتُ اَعْجَمِيًّا صَارَ عَرَبِيًّا'' (مرقاة شرح مشكوٰة، جلد ۱، مطبوعه مكه مشرفه صفحہ ۳۵۰)

''اگر مردہ عجمی ہوگا، جب بھی وہ عربی ہو جائے گا''---

جب مرنے کے بعد عام مومن و کافر دوسری زبان سمجھ سکتے ہیں، تو ارواحِ صالحین کا بعد ازوِصال دوسری زبانوں کو

سمجھنا کیوں کر بعید ہو سکتا ہے۔

اور احادیثِ طیبہ میں آیا ہے کہ جب کوئی عورت دنیا میں اپنے شوہر سے لڑائی کرتی ہے، اسے تکلیف پہنچاتی ہے تو جنت کی حور جو اس کے لیے نامزد ہے، کہتی ہے:

لَا تُؤْذِیْهِ قَاتَلَکِ اللّٰهُ فَاِنَّمَا هُوَ عِنْدَکِ دَخِیْلٌ یُوْشِکُ اَنْ یُفَارِقَکِ اِلَیْنَا–(مشکوٰۃ شریف بحوالہ ترمذی)

''اللہ تجھے ہلاک کرے، اسے تکلیف نہ دے، وہ تیرے پاس چند روزہ مہمان ہے، عن قریب وہ تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آنے والا ہے''---

اس حدیث کی رو سے آدمی کی عورت سرائیکی، پشتو، انگریزی، سندھی زبان میں اس سے لڑائی جھگڑا کرے، جنت کی حور اس کی زبان سمجھ لیتی ہے۔ معلوم ہوا کہ عالمِ آخرت کے معاملات وَہبی اور خلافِ عادت ہیں، انھیں اس دنیا کے معاملات پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں جو امور کسبی ہیں، وہ وہاں محض وَہبی ہو جاتے ہیں۔

سوال نمبر 3

اگر یہ بات ثابت بھی کر دی جائے کہ وہ ہستی ہر زبان سے واقف ہے، تو پھر سوال پیدا ہوگا کہ اگر ایک لمحہ میں سینکڑوں یا ہزاروں لوگ اپنی مشکل اس کے سامنے پیش کریں تو کیا وہ ان سب کی مشکلات اس لمحہ میں سن اور سمجھ لے گا یا اس کے لیے قطار بنانے کی ضرورت پیش آئے گی؟

جواب

روح کے لیے یہ بھی مشکل نہیں کہ وہ ایک لمحہ میں ہزاروں آوازوں کو سنے اور ان میں امتیاز پیدا کرے۔ اس پر شرعی شواہد موجود ہیں۔ ملاحظہ کیجیے:

(۱) احادیثِ کریمہ میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ اَحَدٍ یَمُرُّ بِقَبْرِ اَخِیْهِ الْمُؤْمِنِ کَانَ یَعْرِفُهٗ فِی الدُّنْیَا فَیُسَلِّمُ عَلَیْهِ اِلَّا عَرَفَهٗ وَ رَدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ–(شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام، صفحہ۸۸، مکتبہ نوریہ فیصل آباد)

''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر پر سے گزرے، جو اسے دنیا میں جانتا تھا اور اسے سلام کرے تو وہ اسے اب بھی پہچانتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے''---

(۲) حضرت ابو رزین رضی اللہ عنہ نے آقا و مولا ﷺ سے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! میرے راستے میں قبرستان پڑتا ہے، یا رسول اللہ! میں وہاں سے گزرا کروں تو کیا پڑھوں؟''---

آپ نے ارشاد فرمایا، کہو:

''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّ نَحْنُ لَکُمْ تَبَعٌ وَّ اِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ''---

پھر حضرت ابو رزین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! یَسْمَعُوْنَ؟---

www.IslamiEducation.com

’’یارسول اللہ! کیا مردے سنتے ہیں؟‘‘---

فرمایا:

يَسۡمَعُوۡنَ وَ لٰكِنۡ لَّا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ اَنۡ يُّجِيۡبُوۡا---

’’سنتے ہیں، مگر جواب نہیں دے سکتے‘‘---

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

اَیۡ جَوَابًا يَسۡمَعُهُ الۡحَیُّ وَ اِلَّا فَهُمۡ يَرُدُّوۡنَ حَيۡثُ لَا يُسۡمَعُ–(شرح الصدور باحوال الموتیٰ والقبور، صفحہ ۸۴)

’’حدیث کے معنی یہ ہیں کہ مردے ایسا جواب نہیں دیتے، جسے زندہ سن لے، ورنہ وہ سلام کا ایسا جواب تو دیتے ہیں جو ہمیں سنائی نہیں دیتا‘‘---

ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ اگر قبرستان سے گزرنے والے لوگ سیکڑوں ہزاروں کی تعداد میں ہوں، جب بھی عامہ اہلِ قبور ان سب کا سلام سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔ پھر اربابِ کمال کے کیا کہنے، پھر سید المرسلین ﷺ کے کیا کہنے۔ چناں چہ:

③ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

مَا مِنۡ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوۡحِیۡ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَيۡهِ السَّلَامَ–(مشکوٰۃ شریف، باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ)

’’مجھے جو کوئی مسلمان سلام عرض کرتا ہے، اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح لوٹا دیتا ہے، حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب مرحمت فرماتا ہوں‘‘---

④ حافظ ابن قیم حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنۡ عَبۡدٍ يُصَلِّیۡ عَلَیَّ اِلَّا بَلَغَنِیۡ صَوۡتُهٗ حَيۡثُ كَانَ قُلۡنَا وَ بَعۡدَ وَفَاتِكَ؟ قَالَ وَ بَعۡدَ وَفَاتِیۡ، اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَی الۡاَرۡضِ اَنۡ تَاۡكُلَ اَجۡسَادَ الۡاَنۡبِيَاءِ–(جلاء الافہام، صفحہ ۶۴، مطبوعہ بیروت)

’’جو بندہ مجھ پر درود بھیجتا ہے، وہ جہاں کہیں ہو مجھ تک اس کی آواز پہنچتی ہے۔ ہم نے عرض کیا اور آپ کی وفات کے بعد بھی؟ فرمایا، میری وفات کے بعد بھی، (کیوں کہ) اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کا کھانا حرام کر دیا ہے‘‘---

یہ بات ہر ذی شعور جانتا ہے کہ دن رات میں ایسا کوئی لمحہ نہیں گزرتا جس میں ہزارہا انسان، جنات، ملائکہ حضور سید الخلق ﷺ کے حضور میں درود و سلام نہ عرض کرتے ہوں۔ سرکار ﷺ ان درودوں کو سنتے ہیں، سلاموں کو سماع کا شرف بخشتے ہیں اور پھر جواب سے نوازتے ہیں۔

معلوم ہوا ارواح کے لیے مختلف و متعدد آوازوں کو سننا کچھ دشوار نہیں۔ آپ کے خیالِ فاسد کی بنیاد یہ ہے کہ آپ نے برزخ کو دنیا پر قیاس کیا، حالاں کہ برزخ کے معاملات دنیا سے یک سر مختلف ہیں۔ دنیا کے معاملات کسبی محض ہیں اور برزخ کے امور وہبی۔ یہاں جو امور روح کو حسبِ عادت حاصل ہوتے ہیں، عالمِ برزخ میں بطورِ خرقِ

عادت حاصل ہوتے ہیں۔صرف قبر کو لے لیجیے کہ دنیا میں اگر کوئی شخص قبر جتنی جگہ کو اختیار کرے گا،تنگی کے ساتھ بیٹھے گا، مگر برزخ میں یہی جگہ اس کے لیے ستر گز تک وسیع کر دی جاتی ہے۔چاروں طرف سے بند کمرے میں ہوا کا راستہ بھی نہ ہو،اندر کی آواز باہر اور باہر کی اندر نہیں جاسکتی مگر قبر والا جس پر منوں ٹنوں مٹی ڈال دی گئی،جوتوں کی آواز کو سنتا ہے۔

سوال نمبر 4

کیا اس ہستی کو کبھی نیند بھی آتی ہے یا وہ ہمیشہ جاگتا رہتا ہے؟اگر کبھی نیند آتی ہے تو پھر ہمارے پاس ایک لسٹ ہونی چاہیے کہ کب اس کو نیند آتی ہے اور کب وہ جاگ رہا ہوتا ہے،تاکہ ہم اپنی مشکل صرف اس وقت پیش کریں جب کہ وہ سونہ رہا ہو یا وہ نیند میں بھی سنتا ہے؟

جواب

موت بدن کو آتی ہے روح کو نہیں آتی،روح ہمیشہ زندہ رہتی و باقی رہے گی۔چناں چہ احادیثِ شریفہ میں آیا ہے کہ مردہ اپنے نہلانے والے،کفنانے والے،جنازہ اٹھانے والے اور قبر میں اتارنے والے کو پہچانتا ہے اور پہچاننا بدن کا نہیں روح کا کام ہے،جب روح کے ادراکات،علم،سمع،بصر،مرنے کے بعد بھی قائم ہیں،تو اسے کب موت آئی؟ ہاں موت بدن پر آتی ہے اور نیند موت کی چھوٹی بہن ہے،لہٰذا اسی کو آئے گی جسے موت آئے گی اور جو موت سے مبرا ہے، وہ نیند سے بھی پاک ہے۔حدیث پاک میں ہے،رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ الْمَیِّتَ یَعْرِفُ مَنْ یَغْسِلُهٗ وَ یَحْمِلُهٗ وَ مَنْ یَکْفُنُهٗ وَ مَنْ یُدْلِیْهِ فِیْ حُفْرَتِهٖ-(مسند امام احمد بن حنبل،جلد۳،صفحہ۳،مطبوعہ بیروت)

''مردہ اسے پہچانتا ہے جو اسے غسل دیتا ہے اور جو اسے اٹھاتا ہے اور جو اسے کفن پہناتا ہے اور قبر میں اتارتا ہے''

سوال نمبر 5

ایک شخص بولنے سے قاصر ہے،وہ ایسی مشکل میں مبتلا ہے کہ اس کا گلا بند ہو چکا ہے،اگر وہ دل ہی دل میں اپنی مشکل پیش کرے،تو کیا وہ اس کی دِلی فریاد بھی سن لے گا؟

جواب

جب ارواحِ کاملین ہزاروں لاکھوں میل کی دوری سے دیکھ سکتی ہیں اور آوازیں سن سکتی ہیں تو بہ عطاءِ الٰہی خلقِ خدا کے قلبی احوال اور بدنی احوال پر کیوں نہیں مطلع ہوسکتیں؟ حدیث شریف میں ہے:

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ–(ترمذی شریف، جلد۲، صفحہ۲۱۴)

''مومن کی فراست سے ڈرو،کیوں کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے''---

اس کی تشریح میں مولانا وحید الزمان رقم طراز ہیں:

''مومن کی فراست سے ڈرو،وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور دلوں کے اندر کی حالت معلوم کر لیتا ہے''-(لغات الحدیث،باب الفاء مع الراء)

علامہ ابن حجر ہیتمی ''فتاوٰی حدیثیہ'' میں فرماتے ہیں:

وَ سُئِلَ بَعْضُهُمْ عَنِ الْفَرَاسَةِ فَقَالَ اَرْوَاحٌ تَتَقَلَّبُ فِی الْمَلَكُوْتِ فَتَشْرِفُ عَلٰی مَعَانِ الْغُیُوْبِ فَتَنْطِقُ عَنْ اَسْرَارِ الْخَلْقِ نُطْقَ مُشَاهَدَةٍ وَ عَیَانٍ لَا نُطْقَ ظَنٍّ وَّ حُسْبَانٍ۔ (فتاویٰ حدیثیه، صفحه ۲۱۱)

''بعض علماء سے فراست کے معنی پوچھے گئے، تو فرمایا، کچھ روحیں ملکوت میں سیر کرتی ہیں، تو غیبی امور پر مطلع ہو کر خلق کے مخفی احوال کی خبریں دیتی ہیں اور ان کا اَسرارِ خلق میں کلام فرمانا، مشاہدہ و معاینہ پر مبنی ہوتا ہے نہ کہ ظن و گمان پر''

علامہ علی قاری حنفی علیہ الرحمہ نے شرح مشکوٰۃ کے متعدد مقامات پر اہلِ ایمان کے نورِ فراست کے کئی واقعات درج فرمائے ہیں، یہاں ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے۔ علامہ علی قاری علیہ الرحمہ حضرت امام یافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''امام الحرمین ابوالمعالی بن امام ابومحمد جوینی ایک بار نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد مسجد میں بیٹھے درس دے رہے تھے کہ وہاں سے بعض صوفیہ کا اپنے اصحاب کے ساتھ گزر ہوا، جو کسی دعوت پر تشریف لے جا رہے تھے:

فَقَالَ الْاِمَامُ فِیْ نَفْسِهٖ مَا شُغْلَ هٰؤُلَاءِ اِلَّا الْاَكُلُ وَ الرَّقْصُ؟ فَلَمَّا رَجَعَ الشَّیْخُ مِنَ الدَّعْوَةِ مَرَّ عَلَیْهِ فَقَالَ یَا فَقِیْهُ! مَا تَقُوْلُ فِیْمَنْ یُّصَلِّی الصُّبْحَ وَ جُنُبٌ وَ یَقْعُدُ فِی الْمَسْجِدِ وَ یَدْرُسُ الْعُلُوْمَ وَ یَغْتَابُ النَّاسَ؟ فَتَذَكَّرَ اِمَامُ الْحَرَمَیْنِ اَنَّهٗ كَانَ عَلَیْهِ غُسْلٌ ثُمَّ حَسُنَ اِعْتِقَادُهٗ بَعْدَ ذَالِكَ فِی الصُّوْفِیَةِ۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد ۳، صفحه ۸۹، مطبوعه مکه مکرمه)

''امام الحرمین نے دل ہی دل میں کہا کہ ان لوگوں کا کام صرف دعوتیں اُڑانا اور رقص کرنا ہے؟ پھر جب شیخ دعوت سے فارغ ہو کر وہاں سے گزرے تو فرمایا، اے فقیہ! تیرا اُس شخص کے بارے میں کیا فتویٰ ہے، جو حالتِ جنابت میں صبح کی نماز ادا کرتا ہے اور مسجد میں بیٹھ کر علومِ شرعیہ کا درس دیتا ہے اور لوگوں کی غیبت کرتا ہے؟ یہ سن کر امام الحرمین کو یاد آیا کہ ان پر غسلِ جنابت باقی ہے۔ اس کے بعد امام الحرمین حضراتِ صوفیہ سے حسنِ عقیدت رکھنے لگے''

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو کیسا نورِ باطن عطا فرماتا ہے کہ وہ صرف لوگوں کے قلبی خطرات پر ہی مطلع نہیں ہوتے بلکہ ان کے وہ احوال جن سے وہ خود غافل ہوتے ہیں، اہل اللہ آگاہ ہوتے ہیں۔

معلوم ہوا جن کا نورِ بصیرت ایسا شان دار ہو، وہ احوالِ خلق کو جاننے کے لیے چیخ و پکار کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ وہ لوحِ قلب پڑھ کر پراگندہ حال لوگوں کی دست گیری فرمایا کرتے ہیں۔

سوال نمبر 6

انسان کو پیدائش سے لے کر موت تک چھوٹی بڑی تمام مشکلات کا سامنا ہوتا ہے، اگر وہ تمام مشکلات اللہ تعالیٰ حل کر سکتا ہے، تو پھر غیرِ خدا کی طرف توجہ کرنے کی کیا ضرورت ہے اور اگر غیر ان تمام مشکلات کو حل کرنے پر قادر ہے تو پھر اللہ کی کیا حاجت؟

جواب

ہر مشکل چھوٹی ہو یا بڑی، اللہ تعالیٰ ہی حل فرماتا ہے۔ اس کے بندے اس کی مدد کا ذریعہ و وسیلہ ہیں۔ جیسے شفا اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور وہی اپنے بندوں کو پالتا ہے مگر ڈاکٹر، حکیم وسیلۂ شفا ہیں اور ماں باپ وسیلۂ تربیت ہیں اور رسائل

www.IslamiEducation.com

سمیت پوری دنیا کے لوگ وسائل کی طرف رجوع کرتے ہیں اور نظامِ دنیا وسائل واسباب ہی کے بل بوتے پر چل رہا ہے۔ یہی حال اولیاء وانبیاء کا ہے کہ وسیلۂ امداد خداوندی ہیں اور خلقِ خدا انھیں وسیلہ وذریعہ اعتقاد رکھتے ہوئے ان کی طرف رجوع کرتی ہے۔ اگر کوئی سائل سے اس کے الفاظ میں پوچھے کہ انسان کو پیدائش سے لے کر موت تک چھوٹی بڑی بیماریوں کا سامنا ہوتا ہے، اگر تمام بیماریاں اللہ تعالیٰ دور کرسکتا ہے تو پھر ڈاکٹر حکیم کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت اور اگر ڈاکٹر حکیم ان بیماریوں کے دور کرنے میں مددگار ثابت ہوسکتے ہیں، تو پھر اللہ کی کیا حاجت؟ فما هو جوابكم فهو جوابنا

سوال نمبر 7

اگر غیر اللہ مشکل کشا تمام مشکلات حل کرنے پر قادر نہیں، تو ہوسکتا ہے کہ کچھ مشکلات حل کرنے کا بیڑا اللہ نے اٹھایا ہو اور کچھ مشکلات حل کرنے کے اختیارات کسی غیر کو دے رکھے ہوں، ایسی صورت میں تو ہمارے پاس یہ فہرست ہونی چاہیے کہ کون سی مشکلات اللہ حل کرنے پر قادر ہے اور کون سی مشکلات غیر حل کرسکتا ہے، تاکہ سائل اپنی مشکل اس کے سامنے پیش کرسکے جو اس کے حل کرنے پر قادر ہو۔

جواب

اگرچہ اس بے ہودہ سوال کا جواب، **سوال نمبر 6** کے جواب میں آچکا ہے، مگر مزید وضاحت کے لیے اس کا اعادہ کیا جاتا ہے کہ اس بندر بانٹ سے اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ ہر چھوٹی بڑی مشکل کا حل اسی کے پاس ہے، یہاں تک کہ احادیثِ طیبہ میں آیا کہ جب تیرا نمک ختم ہوجائے تو اللہ سے مانگ اور تیرا تسمہ ٹوٹ جائے تو اللہ سے مانگ۔ الحمدللہ اہلِ سنت کا عمل اسی پر ہے کہ اصل مددگار اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے بندے چھوٹے اور بڑے کاموں میں اس کی مدد کے مظہر ہیں اور ان کی مدد درحقیقت اللہ تعالیٰ کی مدد ہے۔

مگر ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ **وهابی اس حکمِ شرع پر عمل نہیں کرتا**۔ وہ نمک اللہ تعالیٰ کی بجائے دکان دار سے مانگتا ہے اور تسمہ بھی دکان دار سے یا موچی سے مانگتا ہے اور **چندہ اغیار سے مانگتا ہے**، **کیا یہ مشکلات اللہ تعالیٰ حل نہیں کر سکتا؟ اگر کر سکتا ہے تو پھر حلِ مشکلات کے لیے غیر اللہ کے پاس کیوں جاتا ہے؟** ہاں اگر وہابی دریا میں ڈوب رہا ہے اور قریب میں کوئی سہارا دینے والا ہو تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہابی اسے ماتحت الاسباب میں داخل کرکے بندوں کو خدا کا شریک گردانتا ہوا بلکہ بندوں کی مدد کو خدا کی مدد سے اعلیٰ سمجھتا ہوا صرف بندے سے مدد کا طلب گار ہوگا اور اس کی توحید میں کچھ بگاڑ نہیں آئے گا۔ ہاں اگر دور دور تک اسے کوئی نجات دہندہ دکھائی نہ دے تو ایسے میں وہ سوائے اللہ کے کسی اور کو نہیں پکارے گا۔ **اب ہم تم سے تمہاری ہی زبان میں پوچھتے ہیں کہ کچھ کاموں میں تم غیر اللہ سے مدد مانگتے ہو اور کچھ میں صرف اللہ تعالیٰ سے۔ کیا تم نے کوئی فہرست مرتب کر رکھی ہے، جسے سامنے رکھ کر کچھ مشکلات میں غیر اللہ سے مدد مانگتے ہو، کچھ میں اللہ تعالیٰ سے؟**

شرم تم کو مگر نہیں آتی

www.IslamiEducation.com

سوال نمبر 8

کیا اللہ کے سوا جو ہستی مشکل سے نکال سکتی ہے، وہ مشکل میں ڈال بھی سکتی ہے یا اس کی ڈیوٹی صرف حل کرنے پر ہے؟ اگر وہ مشکل حل کر سکتی ہے تو پھر ڈالنے والا کون ہے؟

جواب

مشکل سے نکالنا یا مشکل میں ڈالنا، کسی کو نفع دینا یا ضرر و نقصان پہنچانا، اس کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ جل شانہٗ جسے چاہے اپنے حکم سے نافع وضار بنائے۔ اللہ تعالیٰ نے شہد کو شفا دینے والا، کھانے کو بھوک مٹانے والا اور پانی کو پیاس بجھانے والا بنایا، زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا تو یہ سب نافع ہوئے اور سانپ بچھو کو موذی بنایا، زہر کو قاتل اور بدعقیدہ کو سَمِ قاتل بنایا تو یہ سب مضر ہوئے اور ان سب کا نفع و ضرر بہ حکمِ خدا ہے۔ اس پر قرآن و حدیث کے شواہد ملاحظہ ہوں:

(الف) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ مَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾-۲۰......(سورۃ البقرہ: آیت ۱۰۲)

''اور جادوگر، جادو سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر اللہ کے حکم سے''---

(ب) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾-۲۱......(سورۃ الحدید: آیت ۲۵)

''اور ہم نے لوہے کو پیدا کیا، اس میں بڑی طاقت ہے اور لوگوں کے لیے طرح طرح کے فائدے ہیں''--

(ج) حضور سید عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَنْفَعَ اَخَاهُ فَلْيَنْفَعْهُ-(حم، م، ہ. عن جابر ،(صح)جامع صغیر ، ج۲، ص ۱۶۲)

''تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچانے کی طاقت رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ وہ نفع پہنچائے''---

(۱) غزوۂ حنین میں جب لشکرِ کفار نے رسول اللہ ﷺ کو گھیرا تو آپ نے اپنی سواری سے اتر کر ایک مشتِ خاک لی اور ''شَاهَتِ الْوُجُوْهُ'' (چہرے بگڑ گئے) فرما کر ان سب کی طرف خاک پھینکی:

فَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْهُمْ اِنْسَانًا اِلَّا مَلَاَ عَيْنَيْهِ تُرَابًا بِتِلْكَ الْقُبْضَةِ فَوَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ فَهَدَمَهُمُ اللّٰهُ-(مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۵۳۴)

''لشکرِ کفار میں ایسا کوئی انسان نہیں تھا، جس کی دونوں آنکھیں نہ بھر گئی ہوں، پھر وہ پیٹھ دکھا کر بھاگ گئے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں شکست دی''---

(۲) جب سیدنا رسول اللہ ﷺ نے کسریٰ شاہِ ایران کو نامۂ گرامی بھیجا اور اس نے نامہ مبارکہ کو پھاڑ دیا، تو سرکار ﷺ نے اس کے ردِّ عمل میں یہ جملہ ارشاد فرمایا:

اَنْ يُمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ-(بخاری شریف، جلد ۱ ، صفحہ ۱۵)

''ان کے مکمل طور پر ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں''---

زبانِ کریم سے یہ جملے جاری ہوئے کہ مختصر عرصہ میں کسریٰ کے بیٹے نے اسے قتل کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے

سلطنتِ ایران کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔

(۳) جنگِ یمامہ میں شدائدِ جنگ کے دوران صحابہ وتابعین نے منکرینِ ختمِ نبوت کے خلاف رسول اللہ ﷺ سے ''یَا مُحَمَّدَاہ!'' کہہ کر نصرت واعانت چاہی۔ اگر یہاں صرف ''یَامُحَمَّدُ!'' ہوتا جب بھی مطلوب ثابت تھا، مگر ''یَا مُحَمَّدَاہ!'' میں الف استغاثہ کا ہے۔ ان اہلِ توحید نے خیر القرون کے زمانہ میں دشمنانِ دین کے خلاف محمد کریم ﷺ کو مستغاث ومستعان بنایا۔

(۴) آقا ومولیٰ ﷺ نے شام کے ابدالوں کے بارے میں فرمایا:

يُسْقٰى بِهِمُ الْغَيْثُ وَ يُنْصَرُبِهِمْ عَلَى الْاَعْدَاءِ وَ يُصْرَفُ عَنْ اَهْلِ الشَّامِ بِهِمُ الْعَذَابُ۔

(مشکوٰۃ شریف، صفحہ۵۸۲)

''ان کی برکت سے بارشیں ہوتی ہیں، ان کے وسیلے سے دشمنوں پر فتح نصیب ہوتی ہے اوران کے بابرکت وجود سے اہلِ شام سے عذاب ٹلتے ہیں''۔۔۔

(۵) حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کے زیرِ قیادت ایک لشکر نہاوند کے مقام پر، جو کہ مدینہ طیبہ سے تقریباً اڑھائی ہزار کلومیٹر دور ہے، لشکرِ کفار سے برسرِ پیکار تھے۔ دشمن کا ایک دستہ پہاڑ کے عقب سے حملہ کرنے کا منصوبہ بنا رہا ہے، اُدھر حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ منبرِ رسول ﷺ پر کھڑے خطبۂ جمعہ دے رہے ہیں، اس دوران میں نقشۂ جنگ نگاہوں میں ہے۔ قبل اس کے کہ دشمن اپنا منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہنچائے، آپ نے قائدِ لشکر حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو خطرہ سے آگاہ کرتے ہوئے تین بار بآوازِ بلند ''یَاسَارِیَۃُ! اَلْجَبَلَ'' فرمایا، جس پر حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ نے بھی منصوبہ بندی فرما کر لشکرِ اسلام کو شکست سے بچالیا۔ (مشکوٰۃ شریف، باب الکرامات/تاریخ الخلفاء للسیوطی)

معلوم ہوا کہ محبوبانِ خدا صرف مشکل کشا ہی نہیں ہوتے، بلکہ بسا اوقات باذنِ الٰہی دشمن کو مشکل، ہلاکت و بربادی اور ذلت و خواری سے دو چار کر سکتے ہیں۔

سوال نمبر 9

بالآخر نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ مشکلات ڈالنے والا اور غیر اللہ مشکل حل کرنے والا ہے۔ بالفرض ایک ہستی مشکل ڈالنے پر مقرر ہو اور دوسری حل کرنے پر تو دونوں میں سے کون سی ہستی اپنا فیصلہ واپس لے گی؟

جواب

یہ سوال سائل کا محض دھوکا ہے، جو اپنی جہالت یا تجاہل سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب بندوں میں طاقت تقسیم ہے، بعض چیزوں کی طاقت اللہ کے پاس ہے اور بعض کی طاقت بندوں کے پاس ہے۔ چوں کہ یہ ایک طاقت کا مالک ہے اس لیے ان میں تصادم ممکن ہے اور اس تصادم کے نتیجے میں اگر ایک ہستی غالب آگئی تو دوسری کو اپنا فیصلہ واپس لینا ہوگا۔

حالاں کہ دنیا میں کوئی مسلمان اللہ اور بندے میں طاقت کی تقسیم کا قائل ہے، نہ ہی ان میں تصادم کا۔ طاقت کا منبع اور سرچشمہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اور محبوبانِ خدا کی طاقت اس کی عطا کردہ ہے۔ وہ اپنی طاقت کے استعمال میں سرکش

اور خدا کے مدّمقابل نہیں بلکہ اپنی طاقت کے استعمال میں اللہ کے حکم کے پابند ہیں۔ یہ ایسا عقیدہ ہے جس کا انکار نہیں کرے گا مگر زندیق اور بے دین۔

اب پہلے قرآنی دلائل سے مقبولانِ خدا کی طاقت کا جائزہ لیجیے، پھر ان کا طاقت کے استعمال میں ماذون من اللہ ہونے پر قرآنی نصوص کا مشاہدہ کیجیے:

۱۔ حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ عزوجل نے ہوا کو ان کے قابو میں کر دیا تھا اور ان کے حکم سے چلتی تھی۔ چناں چہ قرآنِ کریم میں ہے:

"وَ لِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ" (سورۃ السبا: آیت ۱۲)

"اور ہم نے ہوا کو (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) کے قابو میں دے دیا، صبح کی منزل ایک ماہ اور شام کی منزل ایک ماہ"

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

"فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِأَمْرِهٖ رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ" (سورۃ صٓ: آیت ۳۶)

"ہم نے ہوا (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) کے قابو میں دے دی کہ وہ ان کے حکم سے نرم نرم چلتی ہے"---

اور سورۃ الانبیاء میں ان کے تسخیری کمال کا اس طرح ذکر ہوتا ہے:

"وَ لِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَةً تَجْرِیْ بِأَمْرِهٖ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِیْ بَارَکْنَا فِیْهَا" (سورۃ الانبیاء: آیت ۸۲)

"اور (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) کے لیے تیز ہوا قابو کر دی کہ وہ ان کے حکم سے بابرکت زمین کی طرف چلتی تھی"

۲۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم نے حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا نرم کر دیا تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَ" (سورۃ سبا: آیت ۱۰)

"اور ہم نے (حضرت) داؤد کے لیے لوہا نرم کر دیا"---

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو ٹھیک کرنے اور مردوں کو زندہ کرنے کی طاقت بخشی اور حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اس خداداد طاقت کا اعلان کیا اور قرآنِ کریم نے اس اعلان کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

"وَ اُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ" (سورۃ آلِ عمران: آیت ۴۹)

"اور میں مادرزاد اندھوں اور کوڑھی کو ٹھیک کرتا ہوں اور مردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کرتا ہوں"---

۴۔ صاحبِ سلیمان علیہ السلام کو دو ماہ کی مسافت پر رکھے ہوئے عظیم الجثہ تختِ بلقیس کو پلک جھپکنے سے کم وقت میں لانے کی طاقت دی گئی۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس صاحبِ کمال بندے کا قول اپنے برحق کلام میں اس طرح نقل فرماتا ہے:

"اَنَاْ اٰتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ" (سورۃ نمل: آیت ۳۹)

"میں تختِ بلقیس کو آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر دوں گا"---

۵۔ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ طاقتوں کا ذکر فرمایا، تو اس کے ساتھ "بِاِذْنِ اللّٰه" کی قید بھی ذکر فرمائی اور اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت جب حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر کیے گئے احسانات گنوائے گا،

www.IslamiEducation.com

تو ان انعامات و اکرامات کے ذکر کے ساتھ ''اِذن'' کا ذکر بطورِ خاص فرمائے گا۔ چناں چہ قرآنِ کریم میں ہے:

''وَ تُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ وَ اِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ''(سورۃ المائدہ: آیت ۱۱۰)

''اور آپ اچھا کرتے تھے مادرزاد اندھوں اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور قبروں سے مردوں کو نکال کر زندہ کرتے تھے میرے حکم سے''---

۶۔ سورۃ الکہف میں صاحبِ موسیٰ (حضرت خضر) علیہما السلام کے کمالات کا جب ذکر آیا، تو انھوں نے بعض تکوینی کمالات کے سلسلے میں فرمایا:

''وَ مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ''(سورۃ الکہف: آیت ۸۲)

''یہ سب کچھ میں نے اپنے حکم سے نہ کیا (بلکہ بحکمِ الٰہی کیا)''---

ان چھ قرآنی حوالوں سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو تکوینی اختیارات سے نوازتا ہے اور یہ کہ وہ ان اختیارات کا استعمال اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہیں کرتے کہ تصادم کی صورت پیش آئے، بلکہ وہ ان اختیارات کا استعمال اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرتے ہیں۔

سوال نمبر 10

کسی بھی برگزیدہ یا گنہ گار ہستی کا جنازہ پڑھنا ہو تو اس کی بخشش کے لیے اللہ کو آواز دی جائے یا مشکل کشا کو؟

جواب

یہ سوال بھی جہالت و لاعلمی پر مبنی ہے۔ کیوں کہ:

- ......کیا دنیا کے کسی خطہ میں کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے بھی طلب گارِ مغفرت ہوتا ہے؟
- ......کیا ہر بالغ مسلمان کے جنازہ میں ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَ مَیِّتِنَا وَ شَاھِدِنَا وَ غَائِبِنَا...... الخ'' نہیں پڑھا جاتا؟

گناہوں کی بخشش صرف اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وَ مَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ''(سورۃ آل عمران: آیت ۱۳۵)

ہاں اس کے بندوں کی دعا کی برکت سے بسا اوقات اللہ تعالیٰ میت کی بخشش فرما دیتا ہے اور نمازِ جنازہ اسی لیے مشروع ہوا کہ بندگانِ خدا سب کے لیے بارگاہِ خدا میں مغفرت کی سفارش کریں اور وہ کریم ان کی سفارش کی لاج رکھ کر میت سے عفو و درگزر کا معاملہ فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّ ارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّ ارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ

وَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ

وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

www.IslamiEducation.com